مواعظ اختر

نمبر ۷۴

رحمت ربّ العالمین



شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۂ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com

بہ فیضِ صحبتِ ابرارؔ یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے

بہ اُمیدِ نصیحت دوستوں کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

یہ انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جُملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: رحمتِ ربّ العالمین

نامِ واعِظ: شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ

تاریخِ وعظ: ۲۴ محرم الحرام ۱۴۰۸؁ھ مطابق ۱۸؍ستمبر ۱۹۸۷؁ء
بروز جمعۃ المبارک

مقام: مسجد اشرف، گلشن اقبال، کراچی

موضوع: اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت، قبولیتِ دعا کا
طریقہ، مایوسی کا علاج

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میرؔ صاحب دامت برکاتہم
خادمِ خاص وخلیفہ مجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعت اوّل: ۱۲ محرم ۱۴۳۶؁ھ مطابق ۵ نومبر ۲۰۱۴؁ء

ناشر: ادارہ تالیفات اختریہ
بی ۳۸، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی



فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رحمتِ ربّ العالمین

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ ؕ

اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○

(سورۃ الزمر : آیۃ ۵۳)

درود شریف کی اہمیت اور فضیلت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! اپنی دعاؤں میں درود شریف ضرور پڑھ لیا کرو۔ اگر درود شریف اپنی دعاؤں میں نہیں پڑھو گے تو تمہاری دعائیں آسمان کے اوپر نہیں چڑھیں گی، درخواست ہی اوپر نہیں جائے گی، آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہے گی، لہٰذا اس کا خاص خیال رکھیں۔ اور علامہ شامی ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ترکیب اور بتا دی کہ درود شریف پہلے بھی پڑھ لو آخر میں بھی پڑھ لو تو کیا فائدہ ہوگا؟ فرماتے ہیں کہ درود شریف قطعی قبول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیجنے میں شریک ہیں:

﴿اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ﴾

(سورۃ الاحزاب: آیۃ ۵۶)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنے نبی پر صلوٰۃ بھیجنے میں یعنی رحمت نازل کرنے میں اللہ بھی شریک ہے اور ملائکہ بھی شریک ہیں، اس کے بعد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم بھی اس کام میں شامل ہو جاؤ۔ جس کام میں بادشاہ خود شامل ہو کیا اس میں کبھی نقصان ہوتا ہے؟ تو ارحم الراحمین، احکم الحاکمین اپنے نبی پر رحمت

نازل فرمانے میں خود بھی شامل ہے لہٰذا علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ جلد نمبر ایک میں لکھتے ہیں کہ جو اپنی دعا کے آگے پیچھے درود شریف پڑھ لے گا تو درود شریف قطعی قبول ہے، اس کو اللہ رد نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر رحمت بھیجنے والوں کی دعاؤں کو رد نہیں کرتا اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے کہ اوّل اور آخر کی چیز یعنی درود شریف کو قبول کرلیں اور درمیان والی درخواست کو رد کر دیں۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک بابا کو اپنے بیٹے سے بہت محبت ہے، چھوٹا بچہ ہے اور وہ اس کو لڈو کھلانا چاہتا ہے، کسی کو اس بات کا پتا چل گیا کہ بابا کو اس لڑکے سے بہت محبت ہے اور اس کو لڈو کھلانا چاہتے ہیں۔ بس اس کے ہاتھ ایک نسخہ آگیا کہ اب بابا سے ہم بھی کچھ حاصل کرلیں گے، وہ اس بابا کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں آپ سے سفارش کرتا ہوں کہ اپنے بیٹے کو یہ لڈو کھلا دیجئے، یہ میں ہدیہ لایا ہوں۔ تو بابا تو خوش ہو گیا کیونکہ اس کا تو خود ہی دل چاہتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ خود ہی اپنے نبی پر رحمت نازل فرمانا چاہتے ہیں لہٰذا جب کوئی درود شریف پڑھتا ہے تو اس کی دعا رد نہیں ہوتی۔ جب دعا کے اوّل آخر درود شریف قبول ہو گیا تو آپ کی دعا دو مقبول عمل کے درمیان آ گئی، پہلا مقبول عمل درود اور دوسرا مقبول عمل آخر میں درود پڑھا۔ اب تیسرا جملہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہیں، ان کے کرم سے یہ بعید ہے کہ آگے پیچھے کے عمل کو قبول فرما کر بیچ کے عمل کو پھینک دیں۔ اس لئے اپنی دعا قبول کروانے کا یہ نسخہ یاد کر لیجئے۔ ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وظیفہ بتایا ہے جو حدیث سے مستنبط ہے اور جو وظیفہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کو عطا ہو جائے پھر اس کا کیا کہنا!

((اِنَّ لِلّٰہِ مَلَکًا مُّوَکَّلًا بِمَنْ یَّقُوْلُ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ فَمَنْ قَالَھَا ثَلَاثًا قَالَ لَہُ الْمَلَکُ اِنَّ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ قَدْ اَقْبَلَ عَلَیْکَ فَسْئَلْ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، کتاب الدعوات، ج ۵ ص ۳۲۴)

لیکن اس کی تعداد کی تعیین ہمارے بزرگوں سے ہوگئی کہ اگر کسی کا کوئی کام نہ ہوتا ہو تو ہفتہ میں ایک دفعہ پانچ سو بار یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ پڑھ لے، چاہے ہر نماز کے بعد ایک تسبیح پڑھ لے، یا ایک ہی وقت میں پڑھ لے یہ زیادہ اچھا ہے۔ پھر اول آخر درود شریف پڑھ کر اپنی حاجت کو اللہ تعالیٰ سے پیش کر دے۔

اللہ تعالیٰ کو گڑگڑا کر دعا مانگنے والے محبوب ہیں

اور دعا مانگتے وقت کم سے کم تین مرتبہ مانگے اور الحاح بھی پسندیدہ ہے، گڑگڑا کر کہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ بندہ اُن سے اَڑ کر مانگے:

((إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُلِحِّيْنَ فِي الدُّعَآءِ))

(شعب الایمان للبیہقی: باب الرجآء من اللہ تعالیٰ، ج ۲ ص ۳۶۴)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس بندے کو محبوب رکھتے ہیں جو اَڑ کر مانگے کہ ہم تو لے کے رہیں گے، بغیر آپ سے لئے ہوئے ہٹیں گے نہیں، اگر آپ نہیں دیں گے تو ہمیں کون دے گا؟ آپ ہی تو ہمارے ربّا ہیں، اور اکیلے ربّا ہیں، ہمارا کوئی دوسرا رب بھی نہیں ہے، یہی تو میری آخری چوکھٹ ہے، آخری دروازہ ہے اور واحد دروازہ ہے، خوب گڑگڑا کے مانگے۔ غرض اللہ تعالیٰ کو اَڑ کر مانگنا، گڑگڑا کے مانگنا، بار بار مانگنا نہایت محبوب ہے، بلکہ ایسے مانگنے والے سے وہ محبت فرماتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر دنیا والوں سے اَڑ کر مانگو تو یہ ڈنڈا لے کر دوڑا لیتے ہیں، کہتے ہیں ایک دفعہ سن لیا، دو دفعہ سن لیا، جاؤ دوسرا دروازہ دیکھو، بابا معاف کرو۔ اللہ میاں یہ کبھی نہیں کہیں گے بلکہ جو اس سے نہ مانگے وہ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں، حدیث میں ہے کہ:

((مَنْ لَّمْ يَسْأَلِ اللهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ۔ رواہ الترمذی))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)، کتاب الدعوات، ص ۱۹۵)

جو بندہ اللہ سے نہ مانگے اللہ اس بندے پر غصہ ہوتا ہے اور اللہ نے

قرآن میں ہمیں رجسٹرڈ فقیر فرمایا، ہمارے بھک منگے پن کا رجسٹریشن ہو چکا ہے۔ کیسے؟ میں آپ کو رجسٹری والی آیت بتاتا ہوں، یہ اللہ کا کلام ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ﴾

(سورۃ الفاطر: آیۃ ۱۵)

اللہ فرما رہے ہیں، اے لوگو! تم سب کے سب اللہ کے فقیر ہو۔ یہاں الف لام استغراق کا ہے یعنی ساری دنیا کے انسان اللہ کے فقیر ہیں اور:

﴿اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ﴾

(سورۃ المؤمن: آیۃ ۶۰)

اور فرمایا جب فقیر ہو تو مجھ سے مانگتے رہو، میں قبول کروں گا یعنی تم فقیر ہو، لہٰذا مجھ سے مانگو۔

پریشانی میں دعا مانگنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میاں اختر! فقیروں کا کام تو مانگنے ہی سے ہوتا ہے۔ لہٰذا جب کوئی مشکل آتی تھی تو اختر نے تقریباً بارہ سال اعظم گڑھ، پھولپور میں آنکھوں سے دیکھا، میں نے اپنے شیخ کے رات و دن میں دیکھا کہ جب کبھی حضرت کو پریشانی ہوئی ہے تو فوراً حضرت نے صلوٰۃ حاجت پڑھی اور جب کوئی اہم پریشانی ہوتی تھی تو غسل بھی کرتے تھے، اس پر ایک واقعہ سناتا ہوں اور اس واقعہ سے پہلے جس شخص کا یہ واقعہ ہے اس کی جان جلا دینے والی خدمت کا انداز بتاؤں گا۔

چنانچہ حضرت کے مدرسہ بیت العلوم میں ایک مرتبہ ہیضہ پھیل گیا جس میں اختر پڑھا کرتا تھا۔ وہاں حضرت کے ایک خاص اور بہت چہیتے خادم حافظ مصطفیٰ صاحب مرحوم تھے جو پھولپور میں بھی کافی عرصہ پڑھا چکے تھے اور حضرت کی بڑی خدمت کرتے تھے یعنی اگر اشارے سے بھی پتا چل گیا کہ

حضرت کا مچھلی کھانے کو جی چاہ رہا ہے تو معلوم ہے حافظ جی کیا کرتے تھے؟ رات کو دو بجے گھر سے نکل جاتے تھے۔ اعظم گڑھ میں ایک دریا ہے جس کا نام تَونس ہے اور اس میں پانی کا یہ حال کہ پانی اٹھارہ اٹھارہ فٹ ہوتا تھا، اس میں جال لے کر اتر جاتے تھے، تیرتے جاتے تھے اور جال میں مچھلی بھی پکڑ رہے ہیں۔ پھر فجر کی نماز جماعت سے پڑھ کر حضرت کو پیش کرتے تھے کہ حضرت یہ مچھلی آپ کے لئے دریا سے لایا ہوں، بالکل تازی ہے۔ ایسی خدمت کرتے تھے۔ اس خدمت کا نام ہے دعا لینا۔ ایک تو ہے دعا کرانا اور ایک ہے کسی کی ایسی خدمت کرو کہ اس کے دل سے دعا نکل کر آسمان تک چلی جائے۔

حضور ﷺ کی دعا کی برکت

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے چچا کے بیٹے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں استنجے کے لئے جانا چاہتا ہوں:

((اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اَتَی الۡخَلَآءَ فَوَضَعۡتُ لَہٗ وَضُوۡءًا

(وَرُوِیَ اَنَّہٗ سَکَبَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَضُوۡءًا عِنۡدَ خَالَتِہٖ مَیۡمُوۡنَۃَ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ مَنۡ وَضَعَ لِیۡ وَضُوۡئِیۡ...... الخ۔ المعجم الکبیر للطبرانی: رقم الحدیث ۱۲۵۰۶)

فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ مَنۡ وَضَعَ ھٰذَا قَالُوۡا: اِبۡنُ عَبَّاسٍ))

(صحیح مسلم: (قدیمی)، کتاب فضائل الصحابۃ، ج۲ ص۲۹۸)

فوراً ایک لوٹا پانی لے آئے۔ دریافت فرمایا کہ یہ کون لایا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رکھا ہے۔ بہت کم عمر تھے، یہاں تک کہ جب حضور ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے، اس وقت بھی ان کی عمر چودہ پندرہ سال تھی۔ لیکن اللہ نے بلا کی ذہانت اور علم عطا فرمایا تھا، رئیس المفسرین تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ امورِ سلطنت، امورِ خلافت میں ان سے مشورہ لیا جاتا تھا، جہاں ستّر ستّر سال کے صحابہ مشیر ہوتے تھے

وہاں یہ پندرہ، سترہ سال کا صالح جوان بھی بلایا جاتا تھا۔ تو لوگوں نے عرض کیا کہ یہ پانی آپ کے چچازاد بھائی عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رکھا ہے۔ استنجے کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو پھر پانی موجود تھا۔ پوچھا یہ کس نے رکھا؟ عرض کیا وہی آپ کے چچا کے بیٹے عبداللہ نے وضو کے لئے رکھا ہے۔ آپ نے فوراً ہاتھ اٹھائے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست نہیں کی تھی، عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض نہیں کیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے لئے دعا کر دیجئے۔ یہ ہے دعا لینا۔ اس وقت آپ کی دو خدمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک میں داعیہ پیدا کر دیا اور نبوت کے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے عرض کیا کہ:

((اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ۔ (صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة، ج۲ ص۲۹۸)

وفی روایة البخاری (کتاب العلم، ج۱ ص۱۷) اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ الْکِتَابَ))

اے اللہ اس کو تفسیر کا علم عطا فرما دے، آج رئیس المفسرین کہلاتے ہیں، تمام تفاسیر میں ان کی روایات کثرت سے لی جاتی ہیں۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی برکت

تو حافظ مصطفیٰ صاحب مرحوم کو جب ہیضہ ہوا، کسی نے پانچ میل جا کر حضرت کو خبر کر دی کہ حافظ مصطفیٰ صاحب جو آپ کے بہت محبوب دوست ہیں، ان کو ہیضہ ہو گیا ہے، بچنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ ڈاکٹروں نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اب آخری سانس ہے، حالت نازک ہے، چند سانس ہی اور زندہ رہیں گے۔ حضرت نے دعا تو فوراً شروع کر دی لیکن حضرت مجھے ساتھ لے کر قریبی ندی پر گئے جو مشکل سے پانچ سات منٹ کے فاصلے پر تھی۔ وہاں غسل فرمایا، لنگی مجھے پکڑا دی اور خود سینہ اور گلے تک پانی کے پردہ میں چلے گئے کہ بے پردگی نہ ہو، غوطہ مار لیا، غسل ہو گیا، تھوڑا سا پانی پیا، دعا مانگی اور اللہ سے روئے۔ پھر واپس آ کر

مسجد میں دو رکعات صلوٰۃ الحاجت پڑھی اور سجدہ میں روئے۔ ایک گھنٹہ بعد خبر آئی کہ حافظ مصطفیٰ صاحب بالکل ٹھیک ہوگئے۔ پھر کافی عرصہ زندہ رہے مگر ہیضہ میں انتقال نہیں ہوا۔ یہ ہے دعا جو دل سے مضطر ہوکر نکلتی ہے، جب انسان تڑپ کر دعا کرتا ہے تو مضطر کی دعا اللہ رد نہیں فرماتے۔ ہمارے اندر اسی کی کمی ہے کہ دعا زبان پر تو ہوتی ہے لیکن دل ساتھ نہیں ہوتا، مضطر اور بے قرار ہوکر دعا نہیں مانگتے۔ مضطر پر مجھے اپنا ایک شعر یاد آگیا؎

آہ سے راز چھپایا نہ گیا
دل سے نکلی مرے مضطر ہو کر

یہ میرا ہی شعر ہے، یہ اس لیے بتا دیتا ہوں کہ جو مجھ سے محبت رکھتے ہیں اس سے انہیں زیادہ مزہ آتا ہے جیسے ڈاکٹر عبد السلام صاحب نے اسی ہفتہ بتایا کہ میرے ایک شعر میں جو روح کی بیماریاں اور ان کا علاج میں چھپا ہے، انہیں اتنا مزہ آیا کہ کہنے لگے میں رات دو بجے تک پڑھتا رہا اور روتا رہا۔ میں نے کہا کہ بھئی میرا ہی شعر اور آپ کو اتنا مزہ آیا تو ہمیں بھی سنائیے۔ وہ شعر یہ تھا؎

وہ مرے لمحات جو گذرے خدا کی یاد میں
بس وہی لمحات میری زیست کا حاصل رہے

زندگی کی جن سانسوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا، یہی زندگی کا وقت ہمارا کارآمد ہے، باقی کھانا پینا تو سب برائے ذکر ہے، اس لئے ہے کہ اس سے طاقت حاصل ہو تو اللہ کو یاد کریں، یہ تو سب ذکر کے وسائل ہیں، اصل مقصود ذکر ہے۔

دعوت الی اللہ کا مقام کب حاصل ہوتا ہے؟

تو مضطر پر یہ شعر یاد آگیا تھا، بات پر بات یاد آجاتی ہے، اسی کا نام اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور مدد ہے، اگر خدا مدد نہ کرے تو مقرر کیا کرے گا؟ سارا پڑھا لکھا سب دماغ سے غائب ہوجائے گا۔ بتائیے یہ شعر کیسا ہے؟؎

آہ سے راز چھپایا نہ گیا
منہ سے مرے نکلی مضطر ہو کر

جب دل تڑپ جاتا ہے تو منہ سے آہ نکل جاتی ہے۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے شاگرد نے پوچھا کہ میں منبر پر کب بیٹھوں؟ لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت کب دوں؟ فرمایا جب نل کے نیچے تمہارا مٹکا بھر جائے اور چھلکنے لگے تو چھلکتا ہوا مال مخلوق کو دے دو، ایسا نہ ہو کہ اپنا مٹکا خالی ہو تو کیا دوگے؟ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ دعوت الی اللہ کب کرے؟ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دعوت الی اللہ کا مقام یہ ہے کہ جب دل میں ایسا اللہ کی محبت کا دردِ عظیم پیدا ہو جائے کہ اس کو لاکھوں روپے، سورج چاند بھی دیا جائے اور ساری دنیا کی سلطنت دے دی جائے تو اس کے بدلہ میں وہ دعوت الی اللہ کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہو۔ یہ مضمون اختر نے کہاں سے لیا؟ یہ بات مولانا شاہ محمد احمد صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم نے علمائے ندوہ سے فرمایا کہ دیکھو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوت کا مقام کب شروع ہوا؟ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اس مقام پر پہنچایا کہ مکہ کے کافروں نے کہا کہ اگر آپ ہمارے بتوں کو برا نہ کہیں اور اسلام کی دعوت چھوڑ دیں تو جو کچھ آپ مانگیں گے ہم دینے کو تیار ہیں۔ اگر آپ کو ریاست چاہیے تو ہم سب لوگ آپ کو اپنا راجہ اور مہاراجہ بنانے کے لئے تیار ہیں، اگر آپ کو کوئی حسین لڑکی چاہیے تو جو بھی حسین لڑکی آپ انتخاب کرلیں ہم دینے کے لئے تیار ہیں، اور اگر آپ کو مال و دولت چاہیے تو جتنا آپ فرمائیں ہم پیش کردیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

((وَاللّٰہِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِیْ یَمِیْنِیْ وَالْقَمَرَ فِیْ یَسَارِیْ عَلٰی اَنْ اَتْرُكَ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰی یُظْهِرَهُ اللّٰهُ اَوْ اَهْلِكَ فِیْهِ مَا تَرَكْتُهٗ))

(دلائل النبوۃ للبیہقی: ج ۱ ص ٦٦)

اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند دے دیں تو بھی میں اس کام کو نہیں چھوڑوں گا، تمہاری یہ سب چیزیں کیا ہیں؟

تو دعوت الی اللہ کا مقام، اللہ کی طرف بلانے کا مقام مومن کے لئے کسی اللہ والے کی جوتیاں اٹھانے کی برکت سے اُس وقت سے شروع ہوتا ہے اگر اس کو ساری دنیا کی سلطنت دی جائے یا یوں کہا جائے کہ کیا یہاں تقریریں کر رہے ہو، چلو ہماری فیکٹری میں، آدھا لاکھ پچاس ہزار ماہانہ دوں گا خالی بیٹھے رہو یا کوئی سلطنت کی پیشکش کر دے تو مولوی فروخت ہونے والا نہ ہو، بِکاؤ مال نہ ہو، اسے ایسا درد عطا ہو۔ لیکن یہ مقام کب ملتا ہے؟ خالی مدرسہ سے نہیں ملتا۔ دیکھ لو! مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو کیا یہ مقام مدرسہ سے ملا تھا؟ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو مدرسہ سے ملا تھا؟ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو کہاں سے ملا تھا؟ ان سب بزرگوں کو حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملا تھا۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے شیخ سے عقیدت

جب کانپور میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بیان شاندار اور مدلل ہوا تو ایک بیرسٹر وہاں تقریر سننے کے لئے بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا کہ ہائے! اس کو کس نے ملّا بنا دیا؟ اس نے تو اتنا مدلل بیان کیا ہے کہ اگر یہ جج ہوتا تو عدالت کو ہلا دیتا، اس کو تو بیرسٹر ہونا چاہیے، سپریم کورٹ کا جج ہونا چاہیے، یہ کہاں سے مُلّا بن گیا؟ اس کے بعد جب حضرت تقریر سے فارغ ہوئے تو الگ جا کر ملا اور کہا ؂

تو مکمل از کمالِ کیستی
تو مجمل از جمالِ کیستی

اے مولوی اشرف علی! اے مولانا اشرف علی! تم کو کس نے یہ زبردست کمال دے دیا اور تم کو یہ جمال کہاں سے ملا؟ تو حضرت نے کیا جواب دیا؟ سن لو، حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب سن لو! ؂

من مکمل از کمالِ حاجیم
من مجمل از جمالِ حاجیم

میں حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے کمال سے مکمل ہوا ہوں اور مجھے یہ جمال حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیاں اٹھانے سے ملا ہے۔ افسوس ہے ان اہلِ علم پر جو اپنی نادانیوں اور غلط فہمیوں سے اہل اللہ کی ان برکات سے محروم ہیں، خدائے تعالیٰ ان کی آنکھیں کھول دے، پھر میں نہیں کہہ سکتا کہ کیا ملتا ہے؟ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھو، فرماتے ہیں کہ میں ایک معمولی مُلّا تھا لیکن جب شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اٹھائی، ان کے ناز اٹھائے، اس اللہ والے کی خدمت کی، ان کی محبت اور صحبت میں رہا۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

تو آج میرا نام مولائے روم ہے۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ پڑھ لو، جس کو جو کچھ ملا ہے اللہ والوں کی صحبت سے ملا ہے، بڑے بڑے مشاہیر علماء کو دیکھ لو۔

ندامت کے آنسوؤں کی قیمت

خیر! تو میں عرض کر رہا تھا۔

آہ سے راز چھپایا نہ گیا
منہ سے مرے نکلی مضطر ہو کر
چشمِ نم سے جو چھلک جاتے ہیں
ہیں فلک پر وہی اختؔر ہو کر

یعنی میرے آنسو جو ہیں یہی آسمان پر جا کر ستارے بن جاتے ہیں۔ اور میرا یہ شعر آج سے کئی سال پہلے کعبہ شریف کے طواف کے دوران موزوں ہوا، کعبۃ اللہ

میں اور اللہ کے گھر میں اگر کسی کے آنسو گر جائیں تو وہاں کے لئے یہ شعر ہے ؎

جو گرے ادھر زمیں پر مرے اشک کے ستارے
تو چمک اٹھا فلک پر مری بندگی کا تارا

دوستو! جب بندۂ گنہگار زمین پر روتا ہے تو آسمان اس زمین پر رشک کرتا ہے۔ دیکھو اِنَّآ اَنْزَلْنَا کی تفسیر پارہ نمبر تیس، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر روح المعانی میں، حدیث قدسی ہے کہ کسی گنہگار بندہ کے جب آنسو بہتے ہیں:

((لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ))

(روح المعانی: (رشیدیه)؛ سورة القدر؛ ج ۳۰ ص ۵۸۳)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گنہگار بندوں کے آہ و نالے مجھے تسبیح پڑھنے والوں کی سبحان اللہ سبحان اللہ سے زیادہ پیارے ہیں، یہ وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت مقبول ہے۔

جمعہ کی اذان کے بعد خرید و فروخت حرام ہے

اب ایک مسئلہ بتادوں کہ جب جمعہ کی پہلی اذان ہو جائے تو خریدنا بیچنا، بے ضرورت گپ شپ کرنا سب حرام اور مسجد کی طرف جانا واجب ہو جاتا ہے۔ یہ مسئلہ مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے یہاں بھی بار بار بتایا ہے اور مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم نے احسن الفتاویٰ میں اس کو واضح فرمادیا ہے کہ اگر بھوک شدید ہو تو کھانا کھا سکتا ہے ورنہ فوراً وضو کر کے مسجد پہنچ جائے، اس وقت بات چیت کرنا یا بیٹھے رہنا جائز نہیں، اس لئے اذانِ جمعہ اور خطبۂ جمعہ میں زیادہ فاصلہ نہیں ہونا چاہیے۔ آج کل جو انتظامیہ اور مسجد کمیٹی ایک ایک گھنٹہ پہلے اذان دلا دیتی ہے تو اتنی دیر تک بوڑھوں اور ضعیفوں میں کس کا وضو رہ سکتا ہے کہ جمعہ کی اذان سن کر مسجد میں جا کر بیٹھ جائے؟ کتنے ظلم کی بات ہے! نمازیوں میں بوڑھے، ضعیف المعدہ اور ہر قسم کے کمزور لوگ ہوتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ

اکثریت اپنے گھروں میں بات چیت کرتی رہتی ہے، دوست احباب سے گپ شپ کرتی رہتی ہے، تھوڑے سے لوگ مسجد میں ہوتے ہیں اور جب پندرہ بیس منٹ رہ جاتے ہیں یا خطبہ شروع ہونے کا وقت ہوتا ہے تو تمام مسجد بھر جاتی ہے۔ اس لئے مسجد کمیٹی قیامت کے دن جوابدہ ہوگی جو تقریر کی وجہ سے اتنا پہلے اذان دلا دیتے ہیں حالانکہ تقریر کوئی فرض واجب نہیں ہے۔ میرے یہاں الحمد للہ پندرہ منٹ قبل پہلی اذان ہوتی ہے تاکہ اذان ہوتے ہی سب لوگ مسجد چلے جائیں، تقریر اذان سے پہلے بھی کی جاسکتی ہے یا نماز کے بعد کرلو، اذان نمازِ جمعہ سے پندرہ منٹ یا زیادہ سے زیادہ آدھا گھنٹہ پہلے دے دو۔

اسراف اور تبذیر میں فرق

تو خطبہ میں میں نے جو آیت تلاوت کی اس میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے نبی! آپ میرے بندوں سے فرما دیجئے:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط﴾

(سورۃ الزمر: آیۃ ۵۳)

یہاں قُلْ تو اللہ تعالیٰ کا قول اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے کہ آپ فرما دیجئے اور يٰعِبَادِيَ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے فرما رہا ہے کہ اے میرے بندو! الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کرلیا، گناہ کرلیا۔ اسراف کے کیا معنی ہیں؟ عام مشہور معنی تو یہ ہیں آمدنی سے زیادہ خرچ کرنا اور تبذیر کا مطلب ہے گناہ میں خرچ کرنا، کسی بھی نافرمانی میں خرچ کرنا جیسے جو سینما میں پیسہ خرچ ہوتا ہے وہ تبذیر ہے اور مبذّرین شیطان کے بھائی ہیں:

﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ط﴾

(سورۃ بنی اسرآئیل: آیۃ ۲۷)

اور اسراف کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۝﴾
(سورۃ الانعام: آیۃ ۱۴۱)

مسرف لوگوں کو اللہ محبوب نہیں رکھتا۔ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے مفردات القرآن میں لکھا ہے جو الفاظِ قرآن پاک کے معانی کی مشہور کتاب ہے اور اس کو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی میں نقل کیا کہ اسراف کے معنیٰ:

((تَجَاوُزُ الْحَدِّ فِيْ كُلِّ فِعْلٍ يَّفْعَلُهُ الْاِنْسَانُ))
(روح المعانی: (رشیدیہ)، ج ۲۴ ص ۳۶۷)

یہ ہیں کہ اللہ نے جو حد مقرر کی ہیں، انسان اپنے کسی فعل میں ان سے تجاوز کر جائے، آگے بڑھ جائے، اللہ کی حدود کو توڑ دے۔ حالانکہ اللہ کی حدود توڑنا تو دور کی بات ہے اللہ نے تو ان کے قریب بھی جانے سے منع فرما دیا ہے:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ﴾
(سورۃ البقرۃ: آیۃ: ۱۸۷)

اللہ فرماتا ہے کہ جو حدود میں نے مقرر کی ہیں ان کے قریب بھی نہ جانا کیونکہ ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے، ہم تمہارے مزاج کو جانتے ہیں، ہم نے تمہارے اندر یہ بات رکھی ہے کہ تم اگر منع کی ہوئی چیزوں کے قریب بھی گئے تو تمہارے اندر گناہوں کی طرف کھنچ جانے کا مادّہ ہے لہٰذا جن چیزوں کو دیکھنے سے منع کر رہا ہوں ان سے فاصلہ پہ رہنا۔ اس پر میرا شعر ہے ؎

ان سے کچھ فاصلے مفید رہے
میرے ایامِ غم بھی عید رہے

اللہ کی منع کی ہوئی حدود کے قریب بھی نہ جاؤ

اور اگر ان حسینوں سے نگاہ بچا لو گے تو یہ مجاہدہ آسان ہو جائے گا، مجاہدے کے یہ دن آسانی سے کٹ جائیں گے، تجربہ یہی ہے کہ جو لوگ دور دور

رہتے ہیں، نگاہ کو بچاتے ہیں، جسم کو بچاتے ہیں، ان کے یہ دن عید کی طرح مزیدار گذر جاتے ہیں۔ کتنی ہی عریانی وفحاشی ہو، دور رہنے سے مجاہدہ میں شدت نہیں ہوگی، ہلکا مجاہدہ ہوگا جس سے ایمان میں تقویت اور قوت آئے گی۔ ایسا مجاہدہ نہیں ہوگا کہ آپ مغلوب ہوجائیں، پاگل ہوجائیں، پریشان ہوجائیں۔ پریشانی تو جب ہوتی ہے جب پری بھی آجائے، پری آئی اور شانی ساتھ لائی۔ ایسے بھی ڈاکٹر ہیں جو عورتوں کے علاج کے وقت پردہ کھینچ دیتے ہیں۔

میرے الٰہ آباد کے حکیم عثمانی صاحب جنہیں شفاء المُلک کا خطاب ملا تھا، وہ خواتین سے پردے کے پیچھے سے اپنا ہاتھ دے کر کہتے تھے کہ بی بی! میرا ہاتھ تم خود اپنی نبض پر رکھ لو، اس کا ہاتھ بھی نہیں دیکھتے تھے، کیا تقویٰ تھا اور کیسی شفاء تھی۔ آج کل تو عورتوں کو پی اے رکھنے لگے ہیں، بے پئے ہی پئے رہتے ہیں، یہ بالکل حرام ہے۔ نرسوں کو بھی دور رکھو، تھوڑی دنیا کافی ہے، اتنا ہی کماؤ جس سے اللہ راضی رہے، اتنا کمانا جائز نہیں کہ نرسیں رکھ رکھ کر ان سے آنکھیں خراب کرو، مرد مَردوں کو دیکھیں اور عورتیں عورتوں کو دیکھیں۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا تَقْرَبُوْا گناہوں کے قریب بھی نہ جاؤ، جو لَا تَقْرَبُوْا رہتے ہیں، بھابھی سے، چچا زاد، ماموں زاد سے شرعی پردہ کے اہتمام کی وجہ سے دور رہتے ہیں، گناہوں کے اسباب سے قریب نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ ہمیشہ متقی رہتے ہیں اور جنہوں نے اس لَا تَقْرَبُوْا کے لَا کو ہٹایا اور تَقْرَبُوْا ہوگئے، میل جول شروع کردیا، پھر ان کی آنکھیں، ان کا دل اور سب اعضاء خراب ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایمان کی کیفیت

جو اللہ کا لَا ہٹائے گا وہ کیسے زندہ رہے گا، نیست و نابود ہوجائے گا،

اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں کمزور پیدا کیا ہے:

﴿خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا○﴾

(سورۃ النسآء: آیۃ ۲۸)

ضعیف سمجھ کر لَا تَقْرَبُوْا کا حکم دیا اور ہم کہتے ہیں کہ نہیں مولانا، ہمیں کچھ نہیں ہوتا، ہمارا دل پاک ہے، آنکھیں صاف ہیں اور کوئی کہتا ہے آنکھیں پاک ہیں دل صاف ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے علی! خبردار! نظر کی حفاظت کیا کرو، اگر کبھی خطا ہو جائے اور پہلی اچانک نظر کسی نامحرم عورت پر پڑ جائے تو دوسری مت ڈالنا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ جن کا ایمان اور یقین اتنا تھا کہ خود فرماتے تھے:

((لَوْ كُشِفَ الْغِطَآءُ مَا ازْدَدْتُّ يَقِيْنًا))

(تفسیر روح البیان وحاشیۃ السندی علی النسائی: ج ۸ ص ۹۶، رقم الحدیث: ۴۹۸۸)

جب میں قیامت کے دن جنت اور دوزخ کو دیکھ لوں گا تو میرے ایمان ویقین میں ذرہ بھی اضافہ نہیں ہوگا کیونکہ اتنا یقین مجھے نبی کریم ﷺ کی صحبت کی برکت سے دنیا ہی میں حاصل ہے۔ ان کو تو یہ حکم دیا جا رہا ہے اور آج چودہ سو برس کے بعد مجھ سے لوگ کہتے ہیں کہ مولانا! میرا تو دل صاف ہے اور آنکھیں پاک ہیں، کوئی کہتا ہے کہ آنکھیں صاف ہیں دل پاک ہے، نعوذ باللہ! یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایمان سے بہت اونچے جا چکے ہیں، ان کی اونچائی کا ناپنا اور پیمائش اب ہمارے بس میں نہیں ہے۔ کیا دھوکہ ہے، بہت زیادہ ماڈرن نہ بنو، زمین کے نیچے وہی چودہ سو برس قدیم مسائل ہی پوچھے جائیں گے، آپ سے جدید مسائل نہیں پوچھے جائیں گے کہ آپ نے یہ ٹیکنیکل باتیں سیکھی تھیں یا نہیں؟ اللہ تو یہ پوچھے گا کہ تم نے نماز پڑھی تھی یا نہیں؟ نامحرم عورتوں سے آنکھیں بچاتے تھے یا نہیں؟ جھوٹ سے بچتے تھے یا نہیں؟ غیبت سے بچتے تھے یا نہیں؟ ان چیزوں کو سوچو۔

دنیااور آخرت کی زندگی کا تقابل

چند دن کی دنیا ہے، چند روزہ حیات ہے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے وہ دو جملے یاد کرلو، ایک شخص نے کہا تھا کہ مجھے مختصر نصیحت کر دیجئے تو آپ نے فرمایا:

((اِعْمَلْ لِلدُّنْیَا بِقَدْرِ بَقَآءِكَ فِیْهَا وَلِلْاٰخِرَةِ بِقَدْرِ بَقَآءِكَ فِیْهَا))

(حلیۃ الاولیآء لابی نعیم الاصبھانی: ج۷،ص ۵۶)

دنیا کے لئے اتنی محنت کرو جتنا دنیا میں جینا ہے اور آخرت کے لئے اتنی محنت کرو جتنا وہاں جینا ہے۔ وہاں اتنا جینا ہے کہ لوٹ کر واپس نہیں آنا ہے، مرنے کے بعد کوئی اپنی بلڈنگ دیکھنے نہیں آئے گا، کتنا ہی ڈسٹمپر لگا کر خوش ہو جاؤ، اپنے دل میں خدا کی بہار لاؤ تو دنیا بھی مزہ دے جائے گی۔ دنیا اس کی لذیذ ہو جاتی ہے جو خدائے تعالیٰ کو راضی کر کے دنیا میں جیتا ہے۔ جو لوگ اللہ کو راضی کر کے دنیا میں جیتے ہیں، اللہ کے نام کے صدقے میں ان کی دنیا، ان کا کھانا پینا، ان کے بال بچے، ان کی ہر سانس مزیدار ہو جاتی ہے۔ قرآنِ کریم کا وعدہ ہے کہ اگر تم اعمالِ صالحہ اختیار کرو گے اور گناہوں کو چھوڑ دو گے تو:

﴿فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً ج﴾

(سورۃ النحل: آیۃ ۹۷)

دیکھ لو ترجمہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا کہ ہم تمہیں، ضرور ضرور بالطف زندگی دیں گے۔ کہاں وی سی آر میں اور ویڈیو کے چکروں میں لطف لینے جا رہے ہو، اللہ تعالیٰ کو راضی کرو پھر دیکھو کیسی لطف والی زندگی ملتی ہے، ہر وقت بہار ہوگی، ہر وقت مست و شاداں اور خوش رہو گے، ہر سانس میں خوشی محسوس ہوگی۔

جو اللہ کو خوش رکھتا ہے تو اللہ بھی اسے خوش رکھتا ہے

جو اپنے مالک کو خوش رکھتا ہے تو مالک بھی اپنے اس غلام کو خوش رکھتا ہے۔ یہ ہے رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ کا راز۔ پہلے اللہ نے اپنی خوشی کو بیان کیا

کہ اللہ ان لوگوں سے خوش ہوگیا جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیئے اور وہ بھی اللہ سے خوش ہوگئے، جو اللہ کو راضی کرلیتا ہے تو وہ دو جہاں کا مالک اس دنیا میں بھی اسے بالطف زندگی سے خوش کردیتا ہے اور آخرت میں تو جنت کا وعدہ ہے ہی۔ اور اگر اس کے برعکس گناہوں میں چین تلاش کیا تو سمجھ لو کہ ساری دنیا کے اسبابِ عیش جمع کرلو مگر دل میں چین نہیں پاؤ گے، ائر کنڈیشن لگانے سے کھال ٹھنڈی ہوجائے گی، دل ٹھنڈا نہیں ہوگا۔ دل ٹھنڈا ہوگا اللہ کو راضی کرنے سے۔ خالی تسبیحات سے بھی کام نہیں بنے گا، گناہوں کے چھوڑنے سے کام بنے گا، بعض لوگ وظیفے بہت پڑھتے ہیں، تہجد قضا نہیں ہوتی مگر اتنی نافرمانیوں میں مبتلا ہیں جس کی حد نہیں۔ یہ سمجھ رکھا ہے کہ گناہ چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے حالانکہ ہمارے اکابر نے فرمایا کہ سو تہجد سے افضل ہے کہ تم ایک گناہ چھوڑ دو کیونکہ تہجد انعام دلائے گی اور گناہ کھوپڑی پر جوتے لگوائیں گے تو گناہ چھوڑنا کھوپڑی کو جوتے برسنے سے نجات دلائے گا، سزا سے بچائے گا۔ انعام بھی لو، میں تہجد کو منع نہیں کرتا ہوں لیکن ساتھ ساتھ گناہ چھوڑنے کی کوشش بھی کرو۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا کی عاشقانہ تفسیر

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے مجرمین بندوں کو یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا سے خطاب فرمایا، جس کا ترجمہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں اس طرح کیا ہے کہ:

((اَیُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ الْمُذْنِبُوْنَ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ سورۃ الزمر آیۃ ۵۳؛ ج ۲۴ ص ۳۶۷)

اے مومنو جو گناہ کر چکے ہو! مومن بھی ہے گنہگار بھی ہے لیکن یہاں بھی یائے نسبتی لگا دیا یعنی اے میرے گنہگار بندو! جیسے اگر نالائق بیٹا ہے اور باپ

کہہ دے کہ اے میرے نالائق بیٹے۔ نالائق ہے مگر ہے تو میرا بیٹا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی اپنی نسبت لگا کر فرمایا اے میرے نالائق بندو۔ اللہ اللہ! اس ادا پر کون نہ فدا ہو جائے کہ اُدھر اَسْرَفُوْا بھی فرما رہے ہیں، مجرم اور مذنب بھی فرما رہے ہیں کہ تم نالائق ہو لیکن اپنی نسبت سے ہمیں محروم نہیں فرمایا۔ یٰعِبَادِیَ میرے بندے، جیسے کہتے ہیں کِتَابِیْ میری کتاب، بَیْتِیْ میرا گھر تو عِبَادِیَ یعنی صرف نالائق بندو نہیں فرمایا بلکہ اے میرے نالائق بندو فرمایا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ یائے نسبتی اپنے بندوں کے شرف اور عزت کے لئے لگائی ہے، اس یا کا نام رکھا ہے یائے تشریفیہ۔ ان سے اپنی نسبت ختم نہیں کی جیسے بادشاہ کہے کہ میرے نالائق بیٹے کو تلاش کرو تو عوام پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے کہ نالائقی کے باوجود بادشاہ نے اپنے بیٹے کے ساتھ لفظ میرا لگایا ہوا ہے۔ تو اللہ نے بھی یائے نسبتی لگا کر اپنے گنہگار بندوں کی لاج رکھ لی۔ (روح المعانی: (رشیدیہ)؛ ج ۲۴ ص ۳۶۷)

اسراف کے معنیٰ

تو اَسْرَفُوْا کا ترجمہ علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے مفردات القرآن میں فرمایا کہ تَجَاوُزُ الْحَدِّ فِیْ کُلِّ فِعْلٍ یَّفْعَلُهُ الْاِنْسَانُ ہر فعل میں جو حد سے بڑھ گیا، اللہ کی حدود توڑ دی، اللہ کے قانون کے ساتھ مذاق اور گستاخی کی، نافرمانی کا ارتکاب کیا۔ اگرچہ اس لفظ کا معنیٰ فضول خرچی کے لئے صحیح ہے لیکن فرمایا ہر وہ چیز جو حد سے بڑھ کر نافرمانی میں استعمال ہو وہ اسراف میں شامل ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہونا، یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں نہیں نازل کیا کہ اللہ کی مغفرت سے نا امید نہ ہونا؟ رحمت کا لفظ کیوں نازل کیا؟

((اَیْ لَا تَیْأَسُوْا مِنْ مَّغْفِرَتِہٖ سُبْحَانَہٗ وَتَفَضُّلِہٖ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰی اَنَّ الْمَغْفِرَۃَ مُدْرَجَۃٌ فِی الرَّحْمَۃِ اَوْ اَنَّ الرَّحْمَۃَ مُسْتَلْزِمَۃٌ لَّھَا لِاَنَّہٗ لَا یُتَصَوَّرُ الرَّحْمَۃَ لِمَنْ لَّمْ یُغْفَرْ لَہٗ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ ج ۲۴ ص ۳٦٤)

فرمایا کہ اگر رحمت کا لفظ نازل نہ ہوتا تو مغفرت کا حق نہ بنتا، اس لیے کہ قانون کی رو سے ہم لوگ مغفرت کے مستحق نہیں ہیں، اللہ کی شانِ رحمت سے اس قابل ہوں گے کہ وہ بخش دیں گے کیونکہ رحمت کے لئے مغفرت لازم ہے، مغفرت جب ہی ہوگی جب اللہ کی رحمت ہوگی:

((لَا یُدْخِلُ اَحَدًا مِّنْکُمْ عَمَلُہُ الْجَنَّۃَ وَلَا یُجِیْرُہٗ مِنَ النَّارِ اِلَّا بِرَحْمَۃٍ مِّنَ اللہِ))

(صحیح مسلم: (قدیمی)؛ باب لن یدخل احد الجنۃ بعملہ بل برحمۃ اللہ تعالیٰ؛ ج ۲ ص ۳۷۷)

مغفرت کا تصور بغیر اللہ کی رحمت کے ممکن ہی نہیں۔ ایک آدمی کی بخشش نہ ہو، دوزخ میں جل رہا ہے، کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس کے اوپر خدا کی رحمت ہے؟ لہٰذا رحمت نازل کر کے اس کے لئے مغفرت لازم کر دی یعنی یہ بھی ساتھ ساتھ بتا دیا کہ قانون سے مغفرت نہیں کر رہا ہوں، قانون کی رو سے تو تم مجرم ہو، سزا کے لائق ہو مگر رحمت سے بخشش ہو رہی ہے۔

پہلے زمانہ میں معتزلہ نام کا ایک فرقہ گذرا ہے جو یہ کہتا تھا کہ بندوں کے معافی مانگنے کے بعد اللہ پر ان کو معاف کر دینا واجب ہو جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایک آیت نازل فرمائی جس سے اس فرقہ کا رد ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○﴾

(سورۃ البقرۃ: آیۃ ۳۷)

اللہ نے اَلتَّوَّابُ کے بعد اَلرَّحِیۡمُ نازل فرما کر فرقۂ معتزلہ کا رد کر دیا کہ اللہ تمہاری توبہ کو جو قبول فرماتا ہے تو قانون کی رُو سے نہیں بلکہ اپنی شانِ رحمت کی وجہ سے تمہاری توبہ قبول فرماتا ہے۔

لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ میں شانِ کرم کا ظہور ہے

آگے ہے لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ نے یہاں رحمت کی نسبت اپنے ذاتی نام کے ساتھ نازل کی، صفاتی نام کو نازل نہیں فرمایا، ننانوے ناموں میں سے اللہ تعالیٰ نے اپنا ذاتی نام کیوں استعمال کیا؟ اس پر مفسرین خدائے تعالیٰ کی طرف سے لکھتے ہیں کہ اے میرے گنہگار بندو! نالائق بندو! تم میری رحمت سے ناامید نہ ہو، یہاں اسم جلالۃ نازل کر رہا ہوں تاکہ تمام صفات اس میں شامل ہو جائیں کہ اگر ضرورت پڑے تو میں اپنی رحمت بھی شامل کروں، کرم بھی شامل کروں، حلم بھی شامل کروں، ستاریت، غفاریت، جتنے بھی نام ہیں جو بھی ضرورت ہوگی سب اللہ میں شامل ہیں۔ جیسے کسی کا ابّا جج بھی ہو، ڈاکٹر بھی ہو، وکیل بھی ہو، مالدار بھی ہو، اس کا بیٹا بیمار ہو گیا، مقدمہ میں بھی پھنس گیا، تنگدست بھی ہو گیا تو وہ ہر دفعہ ابّا کی صفات نہیں بتاتا، یہ نہیں کہتا کہ میرے مالدار ابّا میرا قرضہ ادا کر دو، میرے ڈاکٹر ابّا مجھے دوا دے دو، میرے جج ابّا مجھے مقدمہ میں جتا دینا۔ بس اتنا کہتا ہے اے میرے ابّا! آپ ہمیں دوا بھی دیجئے، عدالت میں بھی ہمارا خیال رکھنا اور ابّا! میرے اوپر ذرا قرضہ ہو گیا ہے، جانتا ہے کہ ابّا سیٹھ بھی ہے۔ تو جو شخص اللہ کا نام لیتا ہے گویا وہ اللہ کی تمام صفاتی نعمتیں اپنے اوپر مبذول کرا لیتا ہے۔

اسی لئے بزرگوں نے سکھایا کہ ایک تسبیح اللہ اللہ کی پڑھ لیا کریں۔ یا اللہ، یا رحمن، یا رحیم بھی پڑھا کریں، ان شاء اللہ اس سے ساری مشکلات حل

ہوجائیں گی اور اصلاح بھی ہوتی رہے گی۔ مدینہ منورہ میں میرے شیخ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کا ایک مرید جو گاڑی میں میرے ساتھ بیٹھا تھا، وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد کہتا تھا یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم۔ سبحان اللہ! مزہ آجاتا تھا۔ میں نے کہا یہ تم کو کس نے سکھایا؟ اس نے بتایا کہ آپ کے اور میرے شیخ مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے سکھایا ہے اور حضرت ہردوئی دامت برکاتہم نے مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم سے سیکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے گنہگار بندوں کو تسلی

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے تمام گناہوں کو معاف کر دے گا۔ یہاں اِنَّ ہماری تسلی کے لئے لگایا، مالک ہو کر اپنے کلام کے لئے اِنَّ لگا رہے ہیں جیسے ابّا کہے بیٹا! یقین رکھو، شک نہ کرنا، ضرور دوں گا۔ تو اللہ جب بے شک لگائے تو اللہ کا بے شک کیسا ہوگا؟ ہمارے آپ کے بے شک میں تو شک بھی ہوسکتا ہے لیکن یہ تو اللہ کا بے شک ہے۔ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ فعل مضارع ہے جس میں حال اور استقبال دونوں شامل ہیں یعنی اس وقت بھی معاف کروں گا آئندہ بھی معاف کرتا رہوں گا، گھبرانا مت، ناامید نہ ہونا اور اَلذُّنُوۡبَ پر الف لام استغراق کا داخل کیا یعنی گناہوں کی تمام اقسام کو شامل کر دیا کہ کیسا ہی گناہ ہو معاف کر دوں گا، پھر اسی پر بس نہیں فرمایا بلکہ جَمِیۡعًا بھی مزید تاکید کے لئے نازل فرمایا یعنی سب کے سب گناہ بخش دوں گا۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت پر علمِ عظیم

یہ آیت جب نازل ہوئی تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بات ارشاد فرمائی جس سے آپ کی شانِ رحمۃ للعالمینیت ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے راوی حضرت

ثوبان رضی اللہ عنہ ہیں، مشہور صحابی ہیں اور یہ وہ مبارک صحابی ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مال سے خریدا، یہ غلام تھے:

((اِشْتَرَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعْتَقَهٗ وَلَمْ يَزَلْ مَعَهٗ سَفَرًا وَّ حَضَرًا اِلٰى اَنْ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ اِلَى الشَّامِ فَنَزَلَ اِلَى الرَّمْلَةِ ثُمَّ انْتَقَلَ اِلٰى حِمْصَ وَ تُوُفِّيَ بِهَا سَنَةَ اَرْبَعٍ وَّ خَمْسِيْنَ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، کتاب الطھارۃ، ج ۲ ص ۱۸)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد فرمایا اور یہ سفر حضر میں ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد شام چلے گئے، پھر حمص میں رہے اور وہیں ان کی قبر ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ:

((مَآ اُحِبُّ اَنَّ لِيَ الدُّنْيَا بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا ـ الْاٰيَة))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)، باب الاستغفار و التوبۃ، ص ۲۰۶)

اے لوگو مجھے یہ آیت اتنی پسند ہے، اتنی پیاری ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے پوری کائنات دے دیں، اس سے زیادہ مجھے یہ آیت محبوب ہے۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح اس طرح فرماتے ہیں کہ:

((جَمِيْعُ مَا فِيْهَا بِاَنْ اَتَصَدَّقَ بِخَيْرَاتِهَآ اَوْ اَتَلَذَّذَ بِلَذَّاتِهَا))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، باب الاستغفار و التوبۃ، ج ۵ ص ۲۶۷)

اگر اللہ تعالیٰ مجھے پوری کائنات دے دیں اور میں اس کو خدا کی راہ میں خرچ کر دوں، اس سے مجھے کتنا ثواب ملے گا، اور دوسری شرح یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے ساری کائنات دے دیں اور میں اس کی تمام نعمتوں سے لذت اٹھالوں،

اس سے بڑھ کر یہ آیت مجھے محبوب ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس میں امت کی مغفرت کے سہارے ہیں۔ واہ رے میرے رحمۃ للعالمین ﷺ۔ یہ ہے آپ کی شانِ رحمۃ للعالمینیت ۔ یہ بات میرے دل میں اللہ نے عطا فرمائی کہ یہ حضور ﷺ کی شانِ رحمت کی کتنی بڑی دلیل ہے۔

مناقب سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہی وہ آیت ہے کہ اس سے بڑھ کر گنہگاروں کے لئے امید والی اور رحمت والی آیت کوئی نہیں ہے۔ یہی وہ آیت ہے جس سے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو اسلام نصیب ہوا جو ایک وحشیانہ حرکت کر چکے تھے، رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر چکے تھے جو نبی کریم ﷺ سے چار سال بڑے تھے اور یہ وہ چچا ہیں جو سرور عالم ﷺ سے ناز دکھاتے تھے کہ اے نبی ﷺ آپ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملتے ہیں مجھے بھی دکھائیں۔ ایسے لاڈلے چچا جو ضد کر رہے ہیں کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام کو دکھایئے اور بار بار حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ آپ جبرئیل علیہ السلام کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے، ان کو دیکھنے کے لئے جس روحانیت کی ضرورت ہے، انہیں نبی ہی دیکھ سکتا ہے، مگر وہ نہ مانے، ضد کر گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر میں مشورہ کرتا ہوں۔ مشورہ کر کے طے کرلیا اور بتا دیا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام فلاں وقت میں حطیم پر آئیں گے۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خصائصِ کبریٰ میں لکھا ہے کہ:

((فَنَزَلَ جِبْرَئِيلُ عَلٰى خَشَبَةٍ كَانَتْ فِي الْكَعْبَةِ يُلْقِي الْمُشْرِكُوْنَ عَلَيْهَا ثِيَابَهُمْ اِذَا طَافُوْا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِرْفَعْ طَرْفَكَ فَانْظُرْ فَرَفَعَ طَرْفَهٗ فَرَاٰى قَدَمَيْهِ مِثْلَ الزَّبَرْجَدِ الْاَخْضَرِ فَخَرَّ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ))

(الخصائص الکبریٰ للسیوطی: (دار التوفیقیۃ للتراث)، ج ۱ ص ۲۲۳)

اس وقت حطیم ایسا شاندار نہیں تھا جیسا کہ آج کل ہے بلکہ لکڑی کا تھا جس پر حاجی لوگ کپڑے اتار کر احرام باندھا کرتے تھے اور اپنے کپڑے وہاں ٹانگ دیا کرتے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بڑے شوق سے وہاں بیٹھے ہوئے انتظار کر رہے تھے، اتنے میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ اے چچا! جبرئیل آرہے ہیں، دیکھ لو۔ جب آپ کے چچا نے جبرئیل علیہ السلام کے پیر کی طرف دیکھا کہ زمرد کا ہے اور سر آسمان سے لگ رہا ہے تو آپ بے ہوش ہو گئے، بعد میں ہوش آیا تو جبرئیل علیہ السلام جا چکے تھے، تب کہا کہ واقعی ان کو نبی ہی دیکھ سکتے ہیں۔

اور یہ وہ چچا ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ننگی تلوار لئے آرہے تھے، انتالیس صحابہ دارِ ارقم میں جمع تھے جو صفا کے پاس ہے، سب صحابہ ڈر گئے کہ عمر ننگی تلوار لئے آرہے ہیں، اب خیر نہیں ہے، یا تو ہم لوگوں کو مار ڈالیں گے یا کیا کریں گے؟ مگر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! مت ڈرو، نبی کا چچا حمزہ زندہ ہے، میں عمر کو ڈھیر کر دوں گا، میرے پاس بھی تلوار ہے، میں عمر سے بہادری میں کم نہیں ہوں۔ لہٰذا جب عمر آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہو گئی، آپ باہر تشریف لے آئے اور آپ نے ان کا گریبان پکڑ کر جھٹکا مارا تو عمر رضی اللہ عنہ گھٹنوں کے بل گر گئے۔ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((عَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّهٗ صلی اللہ علیہ وسلم اُعْطِيَ قُوَّةَ اَرْبَعِيْنَ رَجُلًا زَادَ اَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ كُلَّ رَجُلٍ مِّنْ رِّجَالِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ يُعْطٰى قُوَّةَ مِائَةِ رَجُلٍ۔ رواه الترمذی))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)؛ باب مخالطۃ الجنب؛ ج ۲ ص ۱۴۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس جنتی مردوں کی طاقت دی گئی تھی اور ایک ایک جنتی کو ایک سو دنیا کے مردوں کی طاقت دی جائے گی۔ اور فرمایا اے عمر! کب تک اسلام نہیں لاؤ گے؟ کیا عذاب کا انتظار کر رہے ہو؟ عرض کیا

میں اسلام لانے ہی کے لئے آیا ہوں۔ یہ حضور ﷺ کی دعا کی قبولیت کا ظہور تھا کیونکہ آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے تھے، دعا مانگی تھی:

((اَللّٰھُمَّ اَیِّدِ الْاِسْلَامَ بِاَحَبِّ ھٰذَیْنِ الرَّجُلَیْنِ اِلَیْكَ بِاَبِیْ جَھْلِ بْنِ ھِشَامٍ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔ (رواہ احمد والترمذی) اَللّٰھُمَّ اَیِّدِ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ؛ ج ۱۱ ص ۱۹۱)

اے خدا! عمر بن خطاب اور ابوجہل عمرو بن ہشام میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہو، اس کو ایمان عطا فرما، پھر جب بذریعہ وحی آپ ﷺ کو خبر دی گئی کہ ابوجہل ایمان نہیں لائے گا تو خاص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا مانگی۔

کسی کے دردِ محبت نے عمر بھر کے لئے
خدا سے مانگ لیا انتخاب کرکے مجھے

اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کی تربیت کا پیار بھرا انداز

تو یہ وہ چچا ہیں لیکن ان کو احد کے دامن میں اس طرح سے شہید کیا گیا کہ ناک کان سب کاٹ کر پھینک دیئے گئے، پیٹ کاٹ کر کلیجہ چبایا گیا اور اس جرم میں زیادہ ارتکاب حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے ہوا جو اس وقت حالتِ کفر میں تھے۔ حضور ﷺ نے جب اپنے چچا کی یہ حالت دیکھی تو قسم کھالی کہ اے چچا! میں تیرے بدلہ میں ستّر کافروں کا اسی طرح مثلہ بناؤں گا، اسی طرح سے ستّر کافروں کی شکل بگاڑوں گا، ناک کان کاٹ ڈالوں گا:

((وَاللہِ لَاُمَثِّلَنَّ بِسَبْعِیْنَ مِنْھُمْ مَکَانَكَ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)، سورۃ النحل آیۃ ۱۲۶، ج ۱۴ ص ۶۶۲)

جب آپ نے یہ فرمایا تو اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے کہ اے نبی ﷺ! یہ آیت نازل ہوئی ہے:

﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝﴾

(سورۃ النحل: آیۃ ۱۲۶)

اگر تم انتقام لینا چاہو تو اتنا ہی انتقام لو جتنا تمہیں ستایا گیا ہے، آپ کے ایک چچا کے ساتھ ایسا کیا گیا ہے تو ایک کافر کے ساتھ آپ بھی کر سکتے ہیں وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لیکن اے نبی اور اے نبی کے صحابہ اگر تم صبر کرلو لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ تو یہ صبر کرنے والوں کے لئے زیادہ بہتر ہے اور پھر فرمایا اے نبی! وَاصْبِرْ آپ صبر کر لیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے جذبات کی کیا رعایت کی! پہلے ہی وہلے میں نہیں فرمایا کہ صبر کرو۔ یہ ہے قرآن۔ اللہ کا کلام۔ یہ دلیل ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے۔

پہلے فرمایا کہ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ اگر آپ انتقام لینا چاہتے ہیں تو اتنا انتقام لے سکتے ہیں جتنا آپ کو ستایا گیا ہے۔ یہ ایک مرحلہ ہوگیا جذبات کی رعایت کا، ابھی کوئی حکم نازل نہیں فرمایا۔ اب دوسرا مرحلہ دیکھئے، وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لیکن اگر آپ صبر کرلیں لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ تو یہ زیادہ بہتر ہے، اب بھی کوئی حکم نہیں دیا۔ پھر تیسری آیت میں جذبات کو ٹھنڈا کرتے کرتے اب فرمایا وَاصْبِرْ اے نبی! آپ صبر کر لیجئے وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ اور یہ صبر کی توفیق اور طاقت آپ کو خدا دے گا، آپ کا صبر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہے۔ لہٰذا آپ نے صبر کرلیا اور کفارہ ادا کیا کیونکہ قسم کھائی تھی اور فرمایا میں اپنے ارادہ سے باز آگیا اور میں وہی کروں گا جو ہمارے اللہ نے ہمیں حکم دیا، میں اسی میں خیر سمجھتا ہوں۔

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا عجیب واقعہ

اب وہ کیا خیر تھا جس کی خبر اس آیت میں دی گئی؟ یہ بھی سن لیجئے۔

وہ خیر اس طرح ظاہر ہوا کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ ایمان لائے جو آپ کی بدلہ لینے کی قسم کے بڑے حصہ دار تھے، اگر آپ وحشی کو پکڑ کر قتل کر دیتے تو ایک امتی جنتی نہ ہوتا اور رحمۃ للعالمین کی شان کی تکمیل نہ ہوتی۔ حضرت وحشی کو ایمان کیسے نصیب ہوا؟ وہ زمانہ آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی وحشی کے پاس بھیجا کہ تم اسلام لے آؤ۔ یہ صاحبِ مصابیح، امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر **معالم التنزیل** میں لکھا ہے جس کو محدث عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا کہ:

((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَرْسَلَ اِلٰی وَحْشِیٍّ یَّدْعُوْہُ اِلَی الْاِسْلَامِ فَاَرْسَلَ اِلَیْہِ کَیْفَ تَدْعُوْنِیْۤ اِلٰی دِیْنِكَ وَاَنْتَ تَزْعُمُ اَنَّ مَنْ قَتَلَ اَوْ زَنٰی اَوْ اَشْرَكَ یَلْقَ اَثَامًا یُّضَاعَفْ لَہُ الْعَذَابُ وَاَنَا قَدْ فَعَلْتُ ھٰذَا کُلَّہٗ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، باب الاستغفار و التوبۃ، ج ۵ ص ۲۶۷)

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میں کیسے ایمان لاسکتا ہوں جبکہ آپ کا خدا قرآن میں یہ فرماتا ہے کہ جو شرک کرے، قتل کرے ایسے لوگوں کو دوگنا، ڈبل عذاب دیا جائے گا **وَیَلْقَ اَثَامًا** یہ سخت مجرم لوگ ہیں، سزا سے ان کو سابقہ پڑے گا، تو میں ایمان لاکر کیا کروں گا؟ میں نے تو یہ سب کام کئے ہیں۔ فوراً اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر وحشی جیسے مجرم کی خاطر سے دوسری آیت نازل کی کہ اے نبی! اس کو دوسرا پیغام بھیج دو، مجرم تو ہے، قاتل بھی ہے، مشرک بھی ہے لیکن:

﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا﴾

(سورۃ الفرقان: آیۃ ۷۰)

کہ جو توبہ کرلے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرتا رہے تو ہم اس کو بخش دیں گے، وہ مستثنیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں ایسے مجرم کو دعوت دے رہے ہیں جس نے نبی کا دل اتنا دُکھایا تھا کہ ایمان لانے کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں طاقت نہیں تھی کہ وحشی کو دیکھ سکیں، خود وحشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((وَيْحَكَ يَا وَحْشِيُّ غَيِّبْ عَنِّيْ وَجْهَكَ فَلَا اَرَاكَ فَكُنْتُ اَتَّقِيْ اَنْ يَّرَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَبَضَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ ﷺ))

(السنن الکبرٰی للبیہقی: (دار الکتب العلمیة)، ج ۹ ص ۱۶۵)

کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے وحشی! تم اسلام تو لائے، جنتی ہو گئے مگر تم سے اگر ہو سکے تو مجھے اپنی شکل نہ دکھایا کرو، باہر باہر رہا کرو کیونکہ تمہیں دیکھنے سے چچا کا خون یاد آجاتا ہے، چنانچہ میں چھپتا تھا کہ کہیں آپ ﷺ مجھے دیکھ نہ لیں یہاں تک کہ آپ نے رحلت فرمائی۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ اور رحمۃ للعالمین ﷺ دعوتِ اسلام دے رہے ہیں۔ تو اس دوسری آیت پر پھر وحشی رضی اللہ عنہ نے اعتراض کر دیا کہ:

((هٰذَا شَرْطٌ شَدِيْدٌ لَّعَلِّيْ لَا اَقْدِرُ عَلَيْهِ فَهَلْ غَيْرُ ذٰلِكَ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، باب الاستغفار و التوبة، ج ۵ ص ۲۶۷)

عرض کیا کہ اس آیت میں اللہ نے ایمان لانے کو فرمایا تو میں ایمان لا سکتا ہوں اور توبہ بھی کر سکتا ہوں لیکن ساری زندگی نیک عمل کرتا رہوں، یہ بڑی سخت شرط ہے، شاید میں اس پر پورا نہیں اتر سکوں۔ فَهَلْ غَيْرُ ذٰلِكَ اللہ میاں کے اسٹاک میں اس کے علاوہ بھی کچھ ہے؟ اس طرح سے یہ پیغام نبی کو دے رہے ہیں اور نبی سے اللہ تک باتیں جا رہی ہیں۔ پھر اللہ نے تیسری آیت نازل فرمائی:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ﴾

(سورۃ النسآء: آیۃ ۴۸)

فرمایا اے نبی! اب یہ پیغام وحشی کو دیجئے کہ وحشی کتنا گناہ کرے گا، بس شرک نہ کرے، باقی جس کو چاہے گا اللہ بخش دے گا۔ بتائیے! ایسے مجرم کے ناز اٹھائے جا رہے ہیں جو سید الشہدا کا قاتل ہے، ایک ولی اللہ کا قاتل ہے، نبی کے چچا کا قاتل ہے، جن کے قتل پر حضور ﷺ کتنا روئے، صحابہ روئے لیکن

اللہ کی رحمت کو ہم سمجھ نہیں سکتے کہ ایسے شخص کے لئے آیتوں پر آیتیں نازل ہورہی ہیں، کیا کیا ناز اٹھائے جا رہے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ فرما سکتے تھے کہ اگر ساری عمر نیک عمل کرنے کی شرط شدید ہے تو بھاگ یہاں سے لیکن فرما رہے ہیں کہ سوائے شرک کے ہر گناہ معاف کردوں گا جس کو چاہوں گا، بس شرک نہ کرو۔ اس پر وحشی کیا کہلاتے ہیں؟

((فَقَالَ وَحْشِيٌّ اَرَانِيْ بَعْدُ فِيْ شُبْهَةٍ فَلَآ اَدْرِيْ يُغْفَرُ لِيْ اَمْ لَا))

(مرقاة المفاتيح: (رشيديه)، باب الاستغفار والتوبة، ج ۵ ص ۲٦۷)

اے نبی! ابھی بھی میں شبہ میں ہوں کیونکہ میں نہیں جانتا کہ مشیت کی جو قید اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لگائی ہے لِمَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہے گا اللہ بخش دے گا، معلوم نہیں ہمیں چاہے گا کہ نہیں؟ دیکھا آپ نے! پیغام پہ پیغام لوٹا رہے ہیں۔ واہ رے میرے اللہ! کیا ارحم الراحمین ہیں اور کیا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ؎

یا رب تو کریمی و رسول تو کریم
صد شکر کہ ما ایم میانِ دو کریم

یعنی ہم دو کریم کے درمیان میں ہیں، اللہ بھی کریم اس کا رسول بھی کریم۔ تو جب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام ملا تو اب چوتھی آیت نازل ہوئی، وہی آیت جو میں نے خطبہ میں پڑھی:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ﴾

(سورة الزمر: آية ۵۳)

اے مجرمو، اے گنہگارو! تم ناامید مت ہو، اللہ تمہاری سب خطاؤں کو بخش دے گا، مشیت کی قید بھی اللہ نے ہٹا دی، وحشی ناز کرتے رہے اللہ میاں

ناز اٹھاتے رہے۔ یہ ہے ہمارا اللہ۔ آج اللہ کا بھیانک تصور پیش کیا جاتا ہے، جیسے کوئی تھانیدار ڈنڈا لئے بیٹھا ہو۔ دوستو! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ ایک عالم نے نوّے سال تک اللہ کی رحمت پر تقریر کی، جب اس کا انتقال ہوگیا تو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوا۔ اللہ نے فرمایا کہ تم نے نوّے سال تک میرے بندوں کو میری رحمت کا امیدوار کیا ہے، اب کیا میں تم کو اپنی رحمت سے محروم کردوں؟ تو میرے شیخ بھی بہت ہی زیادہ رحمت کا مضمون بیان کیا کرتے تھے۔ اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ ان بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے آج اللہ تعالیٰ کی اپنے گنہگار بندوں پر رحمت کا یہ منفرد واقعہ اختر کی زبان سے نشر ہو رہا ہے۔ تو جب یہ آیت نازل ہوئی تب حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((نِعْمَ هٰذَا ثُمَّ جَآءَ وَاَسْلَمَ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، باب الاستغفار و التوبۃ، ج ۵ ص ۲٦٧)

یہ بڑی بڑھیا آیت ہے، پھر حاضر ہوئے اور اسلام لے آئے۔ جب یہ مسلمان ہوگئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سوال کیا:

((فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ هٰذَا لَهٗ خَاصَّةً اَمْ لِلْمُسْلِمِيْنَ عَامَّةً فَقَالَ بَلْ لِلْمُسْلِمِيْنَ عَامَّةً))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، باب الاستغفار و التوبۃ، ج ۵ ص ۲٦٧)

یا رسول اللہ! یہ آیت، یہ رحمت وحشی کے لئے خاص ہے یا سارے مسلمانوں کے لیے عام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے لئے عام ہے۔

بس دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمارے گناہوں کو معاف کردے، اے اللہ آپ نے اپنی رحمت کو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کو اس وقت بیان کرنے کی سعادت اور توفیق عطا فرمائی، حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا یہ

واقعہ صاحبِ مصابیح امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر **معالم التنزیل** میں بیان کیا ہے جو اس وقت پورا یہاں بیان کیا گیا، اے اللہ! آپ نے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو جو ایمان بخشا، ان پر جو رحمت نازل فرمائی، اس عظیم الشان رحمت کے صدقہ میں ہم سب کے گناہوں کو معاف کر دیجئے اور ہم سب کو اپنا بنا لیجئے، ہم سب کی اصلاح فرما دیجئے، ہم سب کو اللہ والی اور تقویٰ والی زندگی نصیب فرما دیجئے، ہماری دنیا بھی بنا دیجئے اور آخرت بھی بنا دیجئے، اور ہم سب کو ہر پریشانی و غم اور فکر اور رنج سے محفوظ فرمائیے۔

اے خدا! مسلمانوں کے درمیان علاقائی جھگڑوں سے ختم فرما دے، کلمہ کی بنیاد پر ہمارے دلوں کو جوڑ دے، جو باہر سے تخریب کار آئے ہوئے ہیں ان کو ذلیل اور رسوا کر کے بھگا دے، اے اللہ سارے ملک میں امن و امان قائم کر دے، بنگلہ دیش میں جو سیلاب آیا ہے، جو نقصان پہنچا ہے، اے اللہ اس کی تلافی غیب سے فرما دے، سیلاب کو ختم فرما دے، جتنے مسلمان وہاں پریشان ہیں ان سب کی پریشانی دور فرما دے، جانی مالی تمام پریشانیاں دور کر دے۔ یا اللہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو دونوں جہان کی عافیتوں سے مالا مال فرما دے، اختر کو اور جتنے سامعین کرام ہیں اور میری ماں بہنیں جو وہاں گھر کے اندر بیٹھی پردہ سے بیان سن رہی ہیں، اے اللہ ہم مردوں کو اللہ والا بنا دے اور خواتین کو اللہ والی بنا دے، ہم سب کو اپنی رضا والی حیات نصیب فرما، اولیائے صدیقین میں شامل فرما، آپ کی شان کریم ہے، ہم اگرچہ نالائق ہیں لیکن کریم کی وہ تعریف جو ملا علی قاری محدث عظیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی جو جنۃ المعلیٰ مکہ شریف میں سویا ہوا ہے، اے اللہ تیرے کرم اور رحمت کو اختر اس کی شرح کا حوالہ دیتا ہے کہ کریم وہ ہے جو نالائقوں پر فضل کر دے، اس لئے ہم اپنی نالائقی کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کی رحمت سے فریاد کرتے ہیں کہ ہم سب کو، ہم میں سے

ہر ایک کو اور ہمارے بچوں کو اور گھر والوں کو اور خاندان والوں کو اس ادارہ کے طلباء کرام، اساتذہ کرام اور جتنے سامعین کرام مسجد میں ہیں اور جو ہمارے گھر والے نہیں آسکے، جتنے بھی ہمارے دوست، احباب، متعلقین ہیں اور میرے گھر میں جو عورتیں بیان سن رہی ہیں، اے اللہ سب کو صاحبِ نسبت بنا دے، اپنی خصوصی محبت سے نوازش فرما دے، ہم سب کو اولیائے صدیقین میں شامل فرما دے اور ہمیں اپنی طرف جذب فرمالے، ہمیں سو فیصد اپنا بنالے ؎

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
انہی کا انہی کا ہوا جا رہا ہوں

اے اللہ اپنا تعلق صحیح اور قوی نصیب فرما دیجئے اور آخر میں اختر یہ کہتا ہے کہ ہم سے مانگا نہیں جاتا، وقت تھوڑا ہے، ضعف بھی ہے، اس لئے اب بے مانگے عطا فرما دیجئے۔ یا اللہ ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سکھایا تھا کہ اختر! جب دعا مانگتے مانگتے تھک جاؤ تو خدا سے یوں کہہ دو کہ اے خدا ہم مانگتے مانگتے تھک گئے، اب آپ بے مانگے عطا فرما دیجئے لہٰذا بے مانگے ہم لوگوں پر اپنی دنیا اور آخرت کی نعمتوں کی بارش کر دیجئے اور ہم سب کی اصلاح فرما دیجئے، گناہوں کو چھوڑ دینے کی توفیق نصیب فرما دیجئے، اپنی رضا کے راستے آسان اور لذیذ کر دیجئے، ہم سب کی جتنی بھی مرادیں اور حاجتیں ہیں سب اپنے کرم سے پوری فرما دیجئے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَآ
اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى
خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ



شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ
حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی خدمت میں
ایک گنہگار نوجوان
کا اللہ والا
بننے کا واقعہ

گناہوں کے اسباب کے قریب ہونا بہت خطرناک چیز ہے۔ ایک سیدزادہ نے وی سی آر پر ننگی فلم دیکھی جس کی عمر سترہ اٹھارہ سال تھی۔ چھ مہینہ تک نماز نہیں پڑھ سکا۔ سارا مادہ منویہ پیشاب کے ساتھ نکلتا رہا اور ہڈیاں نکل آئیں، چہرہ پیلا ہوگیا، مرنے کے قریب ہوا تو میرے پاس آیا۔ اس نے کہا کہ میں موت کے منہ میں آچکا ہوں، ایک ہی دفعہ ننگی فلم دیکھی، آج چھ مہینہ ہوگئے، جب سجدہ کرتا ہوں تو سجدہ میں وہی گندہ مقام نظر آتا ہے۔ پھر اس کا علاج کیا، الحمدللہ آج زندہ ہے، بیانات میں آتا ہے، ایک مہینہ بھی اس نے علاج نہیں کیا ہوگا کہ ان خیالاتِ خبیثہ سے نجات پا گیا اور صحت بھی ٹھیک ہوگئی، اس کا چہرہ جو پیلا ہوگیا تھا پھر سرخ ہونے لگا، خون بڑھنے لگا، سکون ملنے لگا۔

خس و خاشاک جلتے جا رہے ہیں
نکھرتا آرہا ہے رنگِ گلشن

اس کا جو علاج کیا وہ پرچہ چھپا ہوا ہے، میں نے اس تجربہ کے اصول کو جو حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا ہے، وہ فوٹو اسٹیٹ موجود رہتا ہے، جب چاہو لے لو۔ اس پرچہ کا نام ہی عشق مجازی اور اس کا علاج ہے۔

(ماخوذ از مواعظ اختر نمبر ۷۰ ص ۳۱؛ گناہ کی دو علامات بزبانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم)

اِدارۂ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com